بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نفاذِ اسلام کا عمل

جو ——— چند اہم اور بنیادی نوعیت کی تجاویز ———

# شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکا

سینٹ کے حالیہ اجلاس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر بحث کے دوران مولانا سمیع الحق صاحب نے مختصراً جن خیالات کا اظہار کیا اسے سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹنگ کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ "ادارہ"

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیرمین۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر سینٹ کے فاضل ارکان نہایت مفصل اور مبسوط طریقے سے اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور ہر پہلو سے اس رپورٹ کی تنقیح کی گئی ہے اور تحلیل و تجزیہ آپ کے سامنے آچکا ہے۔ اس میں مَیں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں ابتداء سے یہاں بعض ایسے طریقے اختیار کئے گئے کہ جسکی وجہ سے یہ عمل شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکا۔ سب سے پہلی چیز یہ کہ جب بھی اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں بات کی گئی تو یہاں کہا جاتا رہا کہ تدریجی عمل اختیار کیا جائے کیونکہ راتوں رات کوئی انقلاب نہیں لایا جا سکتا تو میں سمجھتا ہوں کہ تدریج کا حیلہ بنا کر اس معاملے کو بالکل معطل کر دیا جاتا ہے۔ اسلام نے جو احکامات نافذ کئے بلاشبہ وہ تدریجی نافذ کئے لیکن وہ ایک غیر مسلم معاشرہ تھا جس میں تدریجی انداز اختیار کیا گیا۔ دنیا بھر میں جاہلیت کا دور دورہ تھا اور ایک کافر معاشرہ میں انقلاب یکدم راتوں رات نہیں لایا جا سکتا تھا۔ اس لئے قرآن کریم تدریجی نازل ہوا۔ اور ۲۳ سال میں اسکی تکمیل ہوئی۔ لیکن جب دین مکمل ہو گیا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ تو اس کے بعد یہ ممکن ہی نہ رہا کہ مسلم معاشرے میں قطعی اور منصوص محرمات کے سلسلے میں کسی تدریج کا انداز اختیار کیا جائے۔ مگر ہمارے ہاں تو ایک مسلم معاشرہ ہے یہ ایک اسلامی مملکت ہے۔ اور اسلام کے نام پر بنایا گیا ہے۔ اس میں تدریج کا سہارا محض ایک تاویل اور باطل تاویل ہے۔ چلئے فرض کیجئے اگر تدریجی راستہ اختیار کیا جاتا اور ہم گذرے ہوئے اڑتیس ۳۸ سال میں کچھ تدریجی اقدامات کرتے بھی تو آج کہاں سے کہاں پہنچ چکے ہوتے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں راتوں رات انقلاب نہیں لایا جا سکتا میں کہتا ہوں کہ یہ رات تو اڑتیس سال پر مشتمل طویل ترین رات بن گئی ہے۔ اگر کوئی رات اڑتیس سال لمبی ہو تو کیا اس میں

کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا ۔؟

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی نظام کے سلسلہ میں یہاں تضادات کا راستہ اختیار کیا گیا ہے کہ جو اچھے اقدامات کئے بھی جاتے رہے ہیں ان کے ساتھ ہی ساتھ گویا توازن برقرار رکھنے کیلئے یہ کیا گیا کہ ملک کا ہر طبقہ مطمئن اور خوش رہے ۔ان اقدامات کے منفی اور متضاد جو احکام ہیں وہ بھی باقاعدہ ساتھ ساتھ چلائے جاتے ہیں کہ کوئی طبقہ خفا نہ رہے ۔گویا وہ صورتحال ہے ؎

معشوق ما بہ شیوۂ ہر کس برابر است

باما شراب خورد و بہ زاہد نماز کرد

یہ سارا عرصہ وہ صورت حال ہمارے سامنے لائی گئی اور جان بوجھ کر لائی گئی ۔ سیرت کی بڑی بڑی کانفرنسیں ہر سال ہوتی ہیں ۔اس سال بھی اسلام آباد میں سیرت کی ایک عظیم الشان عالمی کانفرنس ہوئی ۔ ان تضادات کی ایک مثال یہ ہے کہ زیرو پوائنٹ پر جب ہم پہنچتے تھے تو دیکھتے تھے کہ وہاں سرخ رنگ کا بہت بڑا بینر لگا ہوا ہے جس پر عظیم الشان سیرۃ کانفرنس لکھا ہوا ہے ۔ وہ سرخ بینر تو نیچے تھا اور عین اس کے اوپر ایک سیاہ بینر اس سے بھی بڑا لگا ہوا تھا کہ اسلام آباد میں ایک عظیم الشان میلہ رقص و سرور ۔ انہیں دنوں یہاں ثقافتی میلہ بھی تھا ۔ ۲۶ - ۲۷ تاریخ کو اگر سیرۃ کانفرنس تھی تو ۲۸ - ۲۹ کو میلہ تھا تو کم از کم اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی گئی کہ وہ بینر دو دن بعد لگا دیا جاتا ۔ یہ تضاد کی پالیسی ہم نے ہر معاملے میں اختیار کی اور جان بوجھ کر اختیار کی ۔ علماء اور مبلغین کے وفود آتے رہے تو دوسری طرف ثقافتی طائفوں کی یلغار بھی جاری رہی ۔

۳۔ تیسری بات خطرناک قسم کی یہ اختیار کی گئی کہ ہم نے دین کے مسلمات اور قطعی احکامات کو بھی متنازعہ بنا دیا ۔ جو چیزیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طے فرمائی تھیں اور جن باتوں پر امت کا اجماع ہو چکا تھا ۔اسلام اسلام کی رٹ لگا کر ہم اسلام کی خدمت تو نہ کر سکے لیکن لوگوں کے ، عام خالی الذہن لوگوں کی تیز نگاہ میں ہم نے ان باتوں کو متنازعہ بنا کر پیش کیا کہ گویا ان میں تو بڑے اختلافات ہیں اس میں تو فلاں فرقہ یہ کہتا ہے اور اس میں تو فلاں مسئلہ ایسا ہے پھر اس کے لئے ہم نے جان بوجھ کر کمیٹیاں در کمیٹیاں بنائیں اور ہمارا معمول ہے کہ جس کام کو ہم پس پشت ڈالنا چاہتے ہیں ۔اس کام کیلئے ہم کمیٹیاں تو بناتے ہی ہیں ۔لیکن بدقسمتی سے ان کمیٹیوں کا سلسلہ اسلام کے ساتھ بہت بیدردی اور تیزی سے چلا ۔ہم نے اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی ایک کمیٹی ہی کی شکل دیدی ہے ۔ کاش ! یہ ایک کمیٹی نہ ہوتی اور اسکی سفارشات کو ماننے کیلئے ہم مجبور ہوتے اور ہم اسے آئینی و قانونی تقاضا سمجھتے کہ اس کو ہم نے ہر حالت میں پورا کرنا ہے ۔تاکہ جس پر انسانی دماغ اور حکومت کا کروڑوں روپے کا سرمایہ لگا ہے ۔ وہ محنت تو ٹھکانے لگ جاتی ۔لیکن ہم نے تو اسکو بھی ایک کمیٹی یا کمیشن بنا دیا ہے جو صرف سفارشات پیش کر سکتی ہے ۔اور ان سفارشات کو بھی ہم نے سالہا سال دبائے رکھا ہے ۔کونسل کی تشکیل سے ہی یہ خیال رکھا گیا کہ سفارشات مشتہر نہ ہوں ، شائع نہ ہوں اور عوام کے سامنے نہ آئیں کہ کہیں عوامی فضا اس کے حق میں تیار نہ ہو جائے ۔یہاں ایک لطیفہ بے جا نہ ہوگا جو ایک دوست نے مجھے سنایا تھا کہ

جہانگیر بادشاہ کی ملکہ شکار کے شوق میں تیر چلا رہی تھی کہ اتفاقاً ایک تیر کسی دھوبن کو جا لگا اور وہ مر گئی۔ اب بادشاہ جہانگیر
بہت پریشان ہوا اس کا عدلِ جہانگیری تو مشہور تھا اور اس نے انصاف کے تقاضے پورے کرنے تھے۔ اب و
بہت پریشان ہوا کہ ملکہ قصاص میں قتل کر دی جائے گی۔ وزیر اعظم نے اپنے بادشاہ کو جب اتنا پریشان دیکھا تو اس
نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی۔ بادشاہ نے اسے بتلایا کہ اس طرح یہ حادثہ پیش آیا ہے۔ اس نے کہا اس کا علاج آسان ہے
نہ آپ کا عدلِ جہانگیری متاثر ہوگا اور نہ آپ کی ملکہ قصاص میں قتل کی جائے گی۔ اس نے کہا، کیسے؟ کہا ایک کمیٹی بنا دی جائے
اور یہ کمیٹی غور کرے کہ یہ تیر کس طرف سے آیا تھا اور کس شکل میں تھا اور وہ دھوبن بیچاری کس حالت میں تھی۔ اور ملکہ کس انداز
میں تھی۔ کھڑی تھی یا بیٹھی تھی۔ کمیٹی یہ سارے نکتے اور پیچیدگیاں ڈھونڈتی رہے گی۔ اس نے کہا کہ جب کمیٹی فیصلہ کرے
تو پھر کیا ہوگا؟ اگر کمیٹی نے فیصلہ دیدیا کہ قصاص لے لیا جائے، تو پھر کیا ہوگا؟ اس نے کہا کہ ایک اور کمیٹی بنا دی جائے گی
وہ اس کمیٹی کی رپورٹ کا جائزہ لے۔ پھر دوسری کمیٹی بنا لیں گے اور پھر اس کمیٹی کے اوپر ایک اور بہت بڑا کمیشن بٹھا دیں گے
کہ وہ اس کا جائزہ لے۔ اسی طرح کمیٹیوں کا چکر چلتا رہے گا اور دھوبی بیچارہ طبعی موت مر جائیگا اور بادشاہ کی ملکہ بھی
جائے گی اور قصاص کا مطالبہ بھی ختم ہو جائیگا تو گویا ہم نے یہی معاملہ کمیٹیوں کی شکل میں اسلام بے چارے کے ساتھ اختیار
کیا ہے۔ ایک نہ ختم ہونے والا چکر ہمارے سامنے ہے، قصاص، دیت، شہادت، کیا کیا چیزیں ہمارے سامنے آئیں
جب بھی کسی کمیٹی نے کچھ بہتر رپورٹ دی تو دوبارہ ایک کمیٹی بنا دی گئی اور اس کمیٹی میں ایسے افراد کو چن چن کر شامل کیا گیا
اور کمیٹی کی باگ ڈور ایسے افراد کے ہاتھ میں دیدی جن کے متعلق یقین تھا کہ وہ اسلام کیطرف ہمیں ایک قدم بھی بڑھنے
نہیں دیں گے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔

بہرحال میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ حکومت نے کمیٹیوں، کمیشنوں، کنونشنوں کے ذریعہ ایک سلسلہ چلایا کہ وہ
ہمیں بہتر سے بہتر سفارشات اسلامائزیشن کی تکمیل کیلئے پیش کریں۔ میں یہاں سینیٹ کے ریکارڈ پر بھی وہ تجاویز لانا
چاہتا ہوں جو ان کنونشنوں میں نہایت غور و فکر کے بعد اسلامائزیشن کے بارے میں طے کی گئی تھیں کہ ہم کس طرح منزلِ مقصود
تک پہنچ سکتے ہیں۔ آخر میں ابھی ۳۰-۳۱ جنوری ۱۹۸۵ کو ایک بہت بڑا نفاذِ اسلام کنونشن ہوا تھا اس میں چاروں صوبوں سے
جید علماء، مایہ ناز محققین اور دانشور اور نہایت تجربہ کار جج حضرات نے شرکت کی تھی۔ ان لوگوں نے مل کر دو دن میں
نفاذِ اسلام کے سلسلے میں کچھ تجاویز تیار کیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تجاویز سینیٹ کے ریکارڈ پر آجائیں۔ میں نے انکا خلاصہ
اور نچوڑ نکالا ہے اور اسے میں نے چودہ نکات میں سمیٹا ہے۔ یہ تجاویز ایک شخص کی نہیں ہیں بلکہ یہ ان لوگوں کی ہیں جن
میں علماء، دانشور اور جج شامل ہیں۔ اگر ہم اسلامائزیشن کے سلسلے میں کچھ اقدام کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان تجاویز کو سامنے
رکھنا چاہیئے۔ یہ تجاویز جو کہ اجتماعی فکر اور سوچ کا نچوڑ ہیں ہو سکتا ہے کہ بعض نکات سے ہمیں اختلاف ہو۔

۱۔ نمبر ایک یہ ہے کہ ملک کے ہر شعبے میں شریعت کی بالادستی قائم کی جائے اور کسی بھی قانون کو اسلامی قانون یہ

بالادستی حاصل نہ ہو۔ رائج شدہ مختلف قوانین کو ختم کر کے صرف شریعت کا قانون باقی رکھا جائے اور کسی حتمی تاریخ سے اسلامی قانون کا نفاذ عمل میں لایا جائے، مروجہ قوانین سے اس حد تک بدلی جائے جس حد تک وہ قرآن و سنّت سے متصادم نہ ہوں اور عدالتوں کو پابند کیا جائے کہ وہ آئندہ شریعت کے مطابق فیصلہ کریں۔

۲۔ مجوزہ قاضی کورٹس کو بھی ماسوائے شریعت کے کسی اور قانون کا پابند نہ کیا جائے اور اس میں صرف ایسے قاضی مقرر ہوں جو اسلامی احکام سے پوری طرح باخبر ہوں۔ اگر ان عدالتوں میں اسلام سے بے خبر یا غیر اسلامی کردار کے حامل افراد کی تقرری کی گئی تو ان عدالتوں کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

۳۔ نفاذِ اسلام کا عمل تیز تر کرنے کیلئے نہایت ضروری ہے کہ کوئی ایسا نگران تنقیدی ادارہ براہِ راست صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم کی نگرانی میں قائم ہونا چاہیئے جو زندگی کے مختلف شعبوں میں نفاذِ اسلام کی پیش رفت پر کڑی نظر رکھے اور جہاں کوئی کمی یا کوتاہی نظر آئے تو اسکو دور کرنے کیلئے متعلقہ اداروں کو متنبہ کرے، رکاوٹیں ہوں تو انہیں دور کرے یہ ادارہ با اختیار ہو اور وہ طے شدہ امور کے بارہ میں متعلقہ حلقوں سے بازپرس بھی کر سکے۔

۴۔ قوانین کی تدوین بہ حالت موجودہ وزارت عدل و پارلیمانی امور کے سپرد ہے اور جو بھی اسلامی قانون نافذ کیا جائے۔ وہ تکمیل کیلئے اسی وزارت میں جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وزارت عدل میں اسلامی قوانین کی تدوین کیلئے ایسے افراد کو بھی رکھا جائے جو اسلامی قوانین سے کما حقہٗ باخبر ہوں۔

۵۔ تمام ملکی قوانین جو اسلام کے بنیادی تصوّرات سے متعلق ہیں ان کو اردو میں از سرِ نو مدون کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر اسلامی قوانین کی روح منعکس نہیں ہو سکتی مثلاً پچھلے دنوں قانون شہادت نافذ ہوا ہے جو چند دفعات کے ماسوا سابقہ قانون ہی کی ترتیب نو ہے جس سے اسلامی قانون شہادت کے فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔

۶۔ عدلیہ اور حصول انصاف کی فراہمی | اس سلسلہ میں حصول انصاف کو سہل بنانے کیلئے ضروری ہے کہ موجودہ ضابطہ عدالت خواہ وہ دیوانی ہو یا فوجداری خالصتاً اسلامی تعلیمات کے مطابق بنایا جائے نیز مجرموں کو سزا دینے کیلئے قرآنِ حکیم کے احکام کے مطابق علی الاعلان سزا دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے اور تمام جسمانی سزائیں جیل کی چار دیواری کی بجائے برسرِ عام دی جائیں۔

۷۔ مروجہ مشاورتی سسٹم کو ختم کر کے قاضی کے فرائض و اختیار میں یہ بات شامل کی جائے کہ وہ صرف فریقین کا تنازعہ نمٹانے کا نہیں بلکہ کما حقہٗ تحقیق اور انصاف پہنچانے کا پابند ہے۔

۸۔ عدالتوں میں مقدمات کی کثرت سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ججوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے۔ ججوں کی تنخواہوں اور مراعات میں بھی اضافہ کیا جائے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ججوں کا معاوضہ ان کے نمٹائے ہوئے مقدمات کی تعداد کے حساب سے ادا کیا جائے۔

۹۔ معاشیات | سود کے خاتمے کے سلسلے میں جن اقدامات کا ذکر ہو رہا ہے اسکے بغیر غیر سودی نظام کے جو

دوسرے خدوخال اب تک سامنے آئے ہیں ان کے کچھ پہلو نہایت تشویشناک ہیں اور بعض پہلو تو صریحاً شریعت سے متصادم ہیں۔ یہ صورتِ حال اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ متبادل نظام وضع کرتے وقت علماء کرام کی آراء سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ بلاسودی متبادل نظام کے بارہ میں عام مسلمانوں کو اس وقت اعتماد ہو سکتا ہے جب یہ سارا عمل ملک کے مستند اور جید اہل علم اور ماہرین معاشیات کی نگرانی اور مشورے سے ہو۔ اس سلسلہ میں بعض ممالک میں قائم شدہ اسلامی بینکاری اداروں کے شریعت بورڈ کا خاکہ ہمارے ہاں بھی اپنایا جا سکتا ہے۔ دنیا کے مختلف اسلامی ملکوں میں اسلامی بنک قائم ہوئے ہیں ان میں ہر ایک بنک کے اندر ایک شریعت بورڈ رکھا گیا ہے۔ اس غرض سے وہ جو بھی کوئی نئی سکیم آئے تو شریعت کی روشنی میں اسکا جائزہ لیتا ہے اور شریعت کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کر کے بنک اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

۱۰۔ سود کے خاتمے اور زکوٰۃ وعشر کے نظام کا قیام اسلامی معاشی نظام کو قائم کرنے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر محض ان اقدامات سے اسلام کا پورا معاشی نظام وجود میں نہیں آ سکتا بلکہ اسلام کے معاشی نظام کو مکمل اور جامع شکل میں نافذ کرنے اور اس کے بہترین ثمرات دیکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ معاشرہ کو ہر قسم کے معاشی استحصال سے پاک کیا جائے اور ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ کام کرنے والے ہر فرد قابل کو کام کرنے کے مواقع مل سکیں بلاسودی نظام کی کامیابی کیلئے ٹیکسوں کے نظام پر عموماً اور انکم ٹیکس کے نظام پر خصوصاً فوری طور پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۱۱۔ زکوٰۃ وعشر کا نظام مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکا، اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل اور علماء کنونشن کے وہ تمام سفارشات جو ابھی تک قابل تنفیذ ہیں ان سب پر عمل آمد کرایا جائے۔

۱۲۔ تعلیم | نظامِ اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو نظامِ تعلیم میں اصلاحات ہیں۔ ہمارا موجودہ نظامِ تعلیم اور دوئی کی بنیاد پر قائم ہے ایک طرف مغرب کے علوم وفنون پڑھائے جا رہے ہیں جنکی بنیاد یورپ کے لادینی نظریات پر ہے۔ اور دوسری طرف بعض ادارے ہیں جو محدود سطح پر اسلامی علوم وفنون کی ترویج کیلئے کام کر رہے ہیں نظامِ تعلیم کو اسلامی بنانے کیلئے محض ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام، اسلامیات کے محض ایک پرچے کے اضافہ یا ایسے دوسرے جزوی اقدامات کافی نہیں ہوں گے بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارا پورا نظامِ تعلیم اسلامی خطوط پر استوار ہو ملک کی ہر یونیورسٹی اسلامی یونیورسٹی ہو ملک کا ہر لا کالج کلیۃ الشرعیہ بھی ہو اور ہر کالج اسلامی کالج ہو اگر فوری طور پر ہر یونیورسٹی کے نظام اور طریقِ کار میں بنیادی تبدیلیاں لانا ممکن نہ ہوں تو سردست ملک کے چاروں صوبوں میں ایک ایک اسلامی یونیورسٹی اور ہر بڑے شہر میں کلیۃ الشریعۃ قائم کیا جائے۔

۱۳۔ فحاشی، عریانی اور بے پردگی کے سدباب کیلئے موثر اقدامات کئے جائیں اور تمام ذرائع ابلاغ سے تضاد وتناقض کا خاتمہ کیا جائے۔

۱۴۔ مقابلے کے امتحانات میں اسلامی علوم وفنون کو مناسب موثر حصہ دیا جائے اور اعلیٰ ملازمتوں کیلئے امیدواروں کا انتخاب کرتے وقت یا انکی ترقی کا فیصلہ کرتے وقت انکے کیرکٹر خدا ترسی اور دینداری کو بنیادی اہمیت دی جائے اسیطرح سرکاری افسران کے ذہنوں کو تبدیل کرنے اور اسلامی خطوط پر ان کی تربیت کیلئے خصوصی ریفریشر کورس کا انتظام کیا جائے۔